امام واحدیؒ اور اُن کی تفسیری خدمات

صفدر سلطان اصلاحی

امام واحدی پانچویں صدی ہجری کے مشہور مفسر قرآن گزرے ہیں۔ ان کی تفاسیر میں علوم نقلیہ اور علوم عقلیہ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ معاصر مفسرین میں ان کا مقام بہت نمایاں ہے اور بعد کے مفسرین پر بھی ان کے براہ راست اثرات مرتب ہوئے۔ لیکن ان کے علمی مقام و مرتبہ اور تفسیری خدمات و تحقیقات سے عموماً لوگ کچھ زیادہ واقف نہیں ہیں۔ یہ کمی ڈاکٹر جودہ محمد ابویزید المہدی النقشبندی نے پوری کی۔ ڈاکٹر موصوف کا تعلق مصر کے ایک صوفی خانوادہ سے ہے۔ انھوں نے اعلیٰ تعلیم جامعہ ازہر سے حاصل کی اور تفسیر و حدیث ان کے پسندیدہ موضوع ہیں انھوں نے تفسیر اور علوم تفسیر پر ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ پیشِ نظر مقالہ اُن کی علمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ وہ مصر کی مختلف جامعات میں تدریسی خدمات بھی انجام دے چکے ہیں۔ تصوف اور صوفیاء پر ان کی کئی تالیفات ہیں۔ یہ مقالہ کل ۴۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے مصری وزارت اوقاف نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ مقالے کی زبان اور انداز بے حد علمی اور تحقیقی ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سوانحی خاکہ :

امام واحدی کا تعلق خراسان کے مشہور شہر "سادہ" سے تھا یہ شہر ری اور ہمدان کے درمیان واقع تھا۔ آباء و اجداد کے تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے مالی طور سے خوشحال تھے یہ خوشحالی اُن کی علمی سرگرمیوں کے لیے معاون ثابت ہوئی۔ ان کے خاندان کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں ملتیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ خاندان بعد میں نیساپور منتقل ہو گیا اور امام واحدی کی پوری زندگی نیساپور ہی میں بسر ہوئی۔ فقہی مسلک

کے لحاظ سے وہ شافعی تھے۔

ان کا پورا نام ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن علی بن متویہ الواحدی النیساپوری تھا۔ دستیاب قرائن کی روشنی میں ان کی پیدائش ۳۹۸ھ میں ہوئی اور وفات ۴۶۸ھ میں۔ نیساپور کی علمی وادبی فضا ان کی تعلیم وتعلم کے لیے بہت سازگار ثابت ہوئی۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے ہوا جس کے دوران انھیں لکھنے، پڑھنے اور ادب وشعر گوئی میں دلچسپی لینے کا موقع بھی ملا۔ اس ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد وہ نیساپور کے مشہور مدرسہ حدیث "دارالسنۃ" سے وابستہ ہوگئے اور وقت کے جلیل القدر محدثین سے استفادہ کیا۔ پھر فقہ، کلام، لغت اور ادب وغیرہ کی مزید تحصیل کے لیے انھیں نیساپور اور اس کے باہر عالم اسلام کے مختلف علمی مراکز کا سفر کرنا پڑا۔ انہوں نے بے شمار اساتذۂ علم وفن سے فیض حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد انھوں نے درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کر لیا۔ براہ راست اور بالواسطہ طور سے ان کے تلامذہ اور مستفیدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے بعض کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔

امام واحدی کا زمانہ سیاسی عدم استحکام اور انتشار کا زمانہ تھا۔ خلافت عباسیہ کا زوال اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ عالم اسلام چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ مرکزی خلافت کے دعویداروں کے درمیان بھی حصول اقتدار کے لیے شدید کشمکش جاری تھی۔ اس تکلیف دہ صورت حال کے باوجود امام واحدی کی یہ خوش نصیبی تھی کہ انھیں اپنے وقت کی دو مضبوط ومستحکم اور علم دوست وعلم پرور حکومتوں کی سرپرستی حاصل رہی۔ خاندان غزنہ اور سلجوق کی یہ دونوں حکومتیں، عالم اسلام کی دیگر حکومتوں کے مابین جاری کشمکش میں، علم وفن کی سرپرستی میں بھی ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جس کے براہ راست فائدے علماء وفضلاء اور فلاسفہ ومتکلمین کو حاصل ہوئے۔ اس کے طفیل علمی ترقیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ کتب خانوں اور لائبریریوں کی شکل میں بے شمار علمی مراکز قائم ہوئے۔ بالخصوص مشہور سلجوقی وزیر نظام الملک حسن بن علی طوسی کی زیر سرپرستی بغداد کی شہرہ آفاق دانش گاہ مدرسہ نظامیہ کی تاسیس عمل میں آئی جس کے اساتذہ اور فارغین کی علمی وتحقیقی خدمات ہماری علمی میراث کا ایک روشن باب ہیں۔

اس دور کے علماء میں امام غزالی، ابوحیان توحیدی، ابوریحان بیرونی، بدیع الزماں ہمدانی، مکی ابن ابی طالب، عبدالقاہر جرجانی اور راغب اصفہانی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

خالص دینی اعتبار سے بھی امام واحدی کا عہد گوناگوں نظریاتی مسائل اور مشکلات سے دوچار تھا۔ دینی فتنے اور مسلکی فرقہ بندیاں بحث وجدال سے گذر کر خونریز معرکہ آرائیوں کی شکل اختیار کر چکی تھیں، شیعیت اور اعتزال کا غلغلہ تھا۔ ایسے پرفتن دور میں اللہ کے فضل وکرم سے ایک طرف غزنوی اور سلجوقی حکمرانوں نے اپنے سیاسی اور انتظامی ذرائع استعمال کر کے ان فتنوں کا قلع قمع کیا تو دوسری طرف علماء و متکلمین نے علمی اور نظریاتی سطح پر اس چیلنج کا مقابلہ کیا اور اس سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سد باب کیا۔ اس صورت حال میں امام واحدی کو اپنے فکر وعقیدہ کے اظہار و تبلیغ میں نہ صرف یہ کہ کوئی دقت نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کے لیے سازگار ماحول میسر آیا۔

علمی خدمات:

امام واحدی کثیر الجہات علمی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی پوری زندگی علم کے حصول اور اس کی نشر واشاعت میں صرف ہوئی۔ اُن کا شمار ان یگانۂ روزگار شخصیتوں میں کیا جاتا ہے جو صدیوں کے بعد پیدا ہوا کرتی ہیں۔ وہ اگرچہ ایک مفسر کی حیثیت سے مشہور ہوئے لیکن لغت، نحو، فقہ، حدیث، کلام، ادب، نقد اور شعر وشاعری میں بھی انھیں تبحر حاصل تھا۔ ان علوم میں سے بعض میں ان کی مستقل تصانیف ہیں۔ خود اُن کا چھوڑا ہوا تفسیری ذخیرہ تمام علوم وفنون پر ان کی گہری نظر اور محکم گرفت کا مظہر ہے۔ اہلِ علم ان کی تصانیف کی جامعیت، کمال حسن تعبیر، طرز استدلال اور فصاحت وبلاغت پر متفق ہیں۔ یوں تو ان کی تصنیفات کا بیشتر حصہ زمانے کی دست برد کا شکار ہو گیا لیکن جو کچھ بھی سرمایہ ہم تک منتقل ہوا ہے اس کی بنیاد پر ہم ان کا نام علماء اعلام کی فہرست میں جلی حروف سے لکھ سکتے ہیں۔

امام واحدی کی موجود تصنیفات زیادہ تر تفسیر قرآن سے متعلق ہیں۔ عام طور سے اُن کی تین تفسیریں "البسیط فی تفسیر القرآن الکریم" "الوسیط فی تفسیر القرآن الکریم" اور "الوجیز فی تفسیر القرآن العزیز" مشہور ومتداول ہیں۔ ان تینوں میں علی الترتیب طویل، اوسط اور مختصر انداز میں قرآن مجید کی تشریح وتفسیر کی گئی ہے۔ طوالت کے باعث پہلی تفسیر زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکی جبکہ دوسری اور تیسری کو قبول عام حاصل ہوا اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب قرار دی گئیں۔ تفسیر "البسیط" کی کل سولہ یا سترہ جلدیں بتائی جاتی ہیں، جبکہ "الوسیط" کی چار جلدیں۔ کچھ روایتوں میں تین، دو اور ایک جلد کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ان تفاسیر میں

"البسیط" تو صرف کتبخانوں کی زینت بنی ہوئی ہے جبکہ "الوسیط" کے بہت سے اہم حصے کتب تفسیر میں نقل کر دیئے گئے ہیں۔ البتہ "الوجیز" واحد تفسیر ہے جو عیسیٰ حلبی کی تفسیر "کتاب تفسیر المنیر لمعالم التنزیل" کے حاشیہ پر مصر سے شائع ہوئی ہے۔ کارل بروکلمان کی روایت کے مطابق "البسیط" کا ایک نسخہ خدابخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

مذکورہ بالا تین تفاسیر کے علاوہ بھی امام واحدی کی کئی اور تفاسیر ہیں جن کی تعداد آٹھ تک پہنچ جاتی ہے۔ ان میں سے ایک "الحاوی لجمیع المعانی فی التفسیر" ہے۔ اس کے بارے میں ایک خیال یہ ہے کہ یہ مذکورہ تفاسیر کے لیے صرف نام کے طور پر استعمال کی جانے والی اصطلاح ہے، لیکن راجح بات یہی ہے کہ یہ ایک مستقل بالذات تفسیر ہے اس میں ان تینوں تفاسیر کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ امام واحدی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اپنی تصنیف کردہ تین دوسری تفسیروں کا ذکر کیا ہے جن کے نام "معانی القرآن" "مسند القرآن" اور "مختصر القرآن" ہیں۔ بروکلمان کے بیان کے مطابق ان کی ایک تفسیر "جامع البیان فی تفسیر القرآن" کے نام سے استنبول کے کتبخانہ میں موجود ہے۔

تفسیر کے علاوہ دیگر علوم میں بھی انھوں نے تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں علم قرآن سے متعلق "اسباب نزول القرآن" کے نام سے بہت مفید اور مشہور رسالہ شامل ہے۔ اسی طرح "نفی التحریف عن القرآن الکریم"، "مقاتل القرآن"، "مختصر فی علم فضائل القرآن" اور "رسالۃ فی شرف علم التفسیر" کے نام سے ان کے رسائل کا ذکر ملتا ہے لیکن یہ رسائل اب ناپید ہیں۔ نحو سے متعلق ان کی دو کتابوں کا پتہ چلتا ہے جن میں سے ایک اعراب پر مشتمل ہے۔ ان کی دیگر تصنیفات میں سب سے مشہور دیوان متنبی کی شرح ہے۔ جسے اس دیوان کی بہترین شروح میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ "التحبیر فی اسماء اللہ الحسنیٰ"، "تفسیر اسماء الرسول"، "کتاب المغازی" اور "کتاب الدعوات والمحصول"، ان کی معلوم تصنیفات میں شامل ہیں۔ ان میں سے کئی زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں، بعض مخطوطات کی صورت میں کتب خانوں میں محفوظ ہیں اور بعض کا صرف کتابوں میں تذکرہ ملتا ہے۔

تفسیری مصادر:

کسی بھی تفسیر کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ اس کے بنیادی مصادر کے تعین کے

بغیر ممکن نہیں۔ ان مصادر کی نوعیت اور ان کی قلت اور کثرت کی بنیاد ہی پر کسی تفسیر کی افادیت کا انحصار ہوتا ہے۔ امام واحدی کی تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تفسیری مصادر بے حد متنوع اور گوناگوں ہیں۔ ان میں قرآن، حدیث، صحابہ، تابعین، ائمہ تفسیر، نحو، بلاغت، ادب، لغت، فقہ اور کلام شامل ہیں۔ اس سے واضح طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مصادر عقل اور نقل دونوں پر مشتمل ہیں اور صحیح بات یہی ہے کہ ان کی تفسیر تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائی کا ایک حسین مرقع ہے، مصادر تفسیر کے بارے میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام واحدی نے اخذ واستفادہ میں کسی طرح کے تعصب یا تحفظ ذہنی سے کام نہیں لیا، چنانچہ مسلکاً شافعی ہونے کے باوجود انھوں نے فقہ کے چاروں ائمہ سے روایتیں نقل کی ہیں۔ اسی طرح مشہور نحاۃ، ائمہ لغت، فلاسفہ اور متکلمین سے حسب ضرورت استفادہ کیا ہے۔

منہج تفسیر:

ان کی تفاسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام واحدی نے اپنی تفسیر میں ایک مضبوط اور مدلل طرز اختیار کیا ہے وہ تفسیر کے لیے صرف روایات کو کافی نہیں سمجھتے اور نہ ہی خالص عقلی ذرائع کو۔ بلکہ ان دونوں کے درمیان تال میل اور مطابقت پر یقین رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی تفاسیر میں اپنے طرز تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ روایات کے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ نحو، لغت اور ادب کے مباحث سے تعرض کرنا ناگزیر ہے۔ یہ تینوں علوم تفسیر کے بنیادی ستون ہیں۔

تفسیر بالماثور و بالرائی:

تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائی کی لفظی بحث سے قطع نظر یہ ایک حقیقت ہے کہ عقلی ذرائع کے مناسب استعمال کے بغیر خود تفسیر بالماثور سے پورے طور پر استفادہ ممکن نہیں۔ کتب تفسیر میں مروی روایات کے مابین جو تنوع اور اختلاف پایا جاتا ہے ان کے درمیان مطابقت اور بوقت ضرورت درایت کے اصولوں کو استعمال کرتے ہوئے ترجیحات کا تعین ہونا لازمی ہے۔ امام واحدی نے فی الواقع اپنی تفسیر میں یہی موقف اختیار کیا۔ وہ سب سے پہلے روایتوں کو نقل کرتے ہیں۔ اختلاف روایات کی صورت میں اگر کوئی خاص حرج نہ ہوتا ہو تو وہ تعرض کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ لیکن بوقت ضرورت کلام عرب،

لغت اور نحو کی مدد سے کسی ایک روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر جمع و تطبیق کی کوئی صورت بن پڑتی ہے تو وہ اسے اولیٰ سمجھتے ہیں۔ اس پورے عمل میں جو فکری اور اجتہادی صلاحتیں درکار ہوتی ہیں ان سے اہلِ علم بخوبی واقف ہیں، اُن کا طرزِ تفسیر خالص علمی ہے۔ وہ تحلیل و تجزیہ، نقد و تبصرہ اور بحث و تمحیص سے بھرپور کام لیتے ہیں۔ علت و معلول اور مطابقت کی تلاش اُن کا محبوب مشغلہ ہے۔ قدرت نے انھیں حسنِ ذوق، حسنِ انتخاب، دقتِ تعبیر اور دلکش اندازِ بیان اور اسلوبِ نگارش سے نوازا تھا، ان تمام صلاحیتوں کا بھرپور انعکاس ان کی تصنیفات میں پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی تحقیقات کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ بلاشبہ انھوں نے علمی دنیا کو روایات کی چھان بین اور نقد و تبصرہ کے ایک نئے انداز سے روشناس کیا۔

عربی لغت :-

امام واحدی کی تفسیر میں لغوی مباحث بکثرت موجود ہیں۔ ان کے نزدیک لغت کی معرفت تفسیر کے لیے ایک بنیادی ستون کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے بغیر تفسیرِ قرآن میں کوئی قابلِ لحاظ اضافہ تو کجا، منقولات کا سمجھنا بھی ممکن نہیں۔ انھوں نے اپنی تفسیر میں عربی زبان کی اہمیت اور عظمت پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور یہ بتایا کہ عربی زبان پر کامل عبور کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو زبان کے مسائل اور مشکلات سے تعرض کی ضرورت پیش نہیں آئی لیکن بعد میں عجم سے اختلاط کی وجہ سے جب اس کے مختلف مسائل اور مشکلات ابھر کر سامنے آئیں تو اس صورت سے عہدہ برا ہونے کے لیے واضح قواعد و ضوابط مرتب کیے گئے۔ اب اگر کوئی شخص کتاب اللہ پر غور کرنے کا خواہش مند ہو تو اُسے عربی زبان پر عبور حاصل کرنا ہوگا۔ اس مقصد کے لیے ان کے نزدیک عربوں کی شاعری اور جاہلی کلام کا مطالعہ زیادہ مفید ہوگا۔ لغت کے اسرار و رموز اور مشکل و غریب الفاظ سے مکمل واقفیت کے بغیر تفسیر میں اجتہادی شان، تجزیاتی اسلوب اور تنقیدی نظر پیدا نہیں ہوسکتی۔

امام واحدی کی تفسیر میں لغت کا رنگ اس قدر غالب ہے کہ امام قفطی اور زرکشی نے اسے لغوی تفسیر قرار دیا ہے حالانکہ ان کی تفسیر اور بھی کئی پہلوؤں سے قابلِ توجہ ہے۔ لغت کے اعتبار سے ان کی تفسیر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی عربیت کا ہر جگہ دفاع کیا گیا ہے اور غریب اور مشکل الفاظ کی بہترین تشریح کی گئی ہے۔ اس میں مفرد الفاظ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ لغوی مباحث

کا بالعموم طریقہ یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے الفاظ کے اصلی حروف کا پتہ لگایا جاتا ہے پھر اس کے مختلف مشتقات پر بحث کرتے ہوئے صحیح معنیٰ کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ لغت پر عبور کی وجہ سے تفسیری روایات کی تطبیق، ترجیح اور توجیہ میں بھی بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ اس کی وجہ سے انھوں نے ائمۂ لغت کی تسامحات کی بھی نشاندہی کی ہے اور فقہی روایات کے وجوہ اختلاف بیان کیے ہیں۔

علم نحو:

دیگر مفسرین کی طرح امام واحدی کے یہاں بھی تفسیر قرآن کے لیے نحو کی اہمیت اور ضرورت مسلم ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کلمات کی ہیئت، صیغے، ترکیبی محل اور تعریف و تنکیر کا لحاظ کیے بغیر عبارت کے اصل مفہوم و مدعا تک رسائی ناممکن ہے۔ عربی زبان و ادب میں نحو کی اسی اساسی اہمیت کے پیش نظر اس پر ابتدا ہی سے خاطر خواہ توجہ دی گئی۔ کوفہ و بصرہ میں اس کے اسکول قائم ہوئے اور ان کی کوششوں سے نحو کے اصول و قواعد منضبط ہو گئے۔ امام واحدی نے اپنے وقت کے کبار علمائے نحو سے استفادہ کیا اور اس فن کی جزئیات پر کامل عبور حاصل کیا۔ ان کی تفسیر میں اس کے مظاہر جگہ جگہ موجود ہیں۔ نحو سے متعلق شاید ہی کوئی بحث ان کے احاطے سے باہر رہ گئی ہو۔ وہ صرف نحو کے مسائل ہی سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ائمۂ نحو کے اقوال پر نقد و تبصرہ اور ان کے مابین تطبیق و ترجیح کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اپنی باریک بینی اور ژرف نگاہی کی وجہ سے وہ بآسانی مسائل کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ نص قرآنی کی شرح و توضیح اور توجیہ و تاویل میں ان پر اس علم کا اس قدر غلبہ تھا کہ بعض لوگوں نے انھیں نحوی مفسرین کی صف میں کھڑا کر دیا۔ حالانکہ یہ ان کی تفسیر کے دوسرے علمی اور فنی پہلوؤں سے صرف نظر کے مترادف ہے۔

عربی ادب:

عربی ادب سے بھرپور واقفیت تفسیر کلام اللہ کے لیے بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ کلام کے اہم اجزا مثلاً استعارات، تشبیہات، امثال وغیرہ کے مفہوم و مدعا تک رسائی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ ادبی ذوق کے فقدان کے باعث قرآنی نصوص کی وضاحت میں بعض مفسرین نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ امام واحدی ادب کی اس اہمیت سے واقف تھے۔ ان کی تفسیر میں یہ پہلو بہت واضح ہے۔ انھوں نے پوری زندگی عربی زبان کے

صاف وشفاف چشموں سے فیض حاصل کیا اور اس کے ذریعہ قرآن مجید کے اسالیب اور معانی تک رسائی حاصل کی۔

تفسیر قرآن کے لیے اُن کے ادبی منہج کی ایک مضبوط اساس تھی۔ وہ سب سے پہلے الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہیں۔ اس کام میں اُن کا سب سے بڑا ذریعہ عرب شعراء کا کلام ہے جسے دیوان العرب کہا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ عبارتوں کی مجموعی صورت حال پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں کہ اس کے ذریعہ عبارتوں کا حسن اور لطافت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ، عبارتوں کے اندر آبدار موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں۔ قرآن مجید کے اسلوب بیان کی فنی خوبیوں کو اس تفسیر نے جس طرح اجاگر کیا ہے اس کی بنیاد پر اسے ایک ادبی تفسیر کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اہلِ علم واقف ہیں ادبی تفسیر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں تخیلات اور دلی کیفیات کو جمع کر دیا جائے بلکہ دراصل اس سے مراد زبان و ادب کے جواہر پاروں کی ایسی ترتیب و تنظیم ہوتی ہے جس سے معانی پورے شرح و بسط کے ساتھ سامنے آجائیں اور اسالیب کی جدت، تعبیرات کی لطافت اور تراکیب کی ندرت قارئین پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔ اس طرح کی ادبی تفاسیر سے روح انسانی پر ایک اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، دل کی دنیا زیر و زبر ہو جاتی ہے اور وجدان پر ایک ارتعاش و تموج کا عالم طاری ہو جاتا ہے جبکہ علمی تفاسیر صرف عقل و فکر کو مخاطب کر پاتی ہیں۔

امام واحدی کے نزدیک فن کا کامل و مکمل نمونہ قرآن مجید خود ہے۔ وہ کلام عرب سے استشہاد ضرور کرتے ہیں لیکن کسوٹی بہرحال قرآن مجید ہی ہوتا ہے۔ اسی کی بنیاد پر وہ کلام عرب پر نقد و تبصرہ بھی کرتے ہیں اور اسی کے معیار پر وہ اس کے محاسن و معائب کو پرکھتے ہیں۔ دورانِ گفتگو وہ ان ادباء اور شعراء کی نشاندہی بھی کرتے جاتے ہیں جن کے کلام پر قرآن مجید کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

مختلف مقاصد کے تحت واحدی نے اپنی تفسیر میں عربی شاعری کا بہت بڑا ذخیرہ اکٹھا کر دیا ہے۔ ان میں بعض اشعار ایسے بھی ہیں جو صرف ان کی تفسیر ہی میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا تعلق زیادہ تر جاہلی اور اسلامی شعراء سے ہے۔ بعد کے شعراء سے انھوں نے کم ہی استفادہ کیا ہے بالعموم وہ صرف منتخب اشعار ہی سے استشہاد کرتے ہیں اور انھیں ہر طرح کے رطب و یابس کو جمع کرنے سے دلچسپی نہیں ہے۔ ان سے لغوی تحقیق، نحوی مباحث، اعراب کی شکلیں، فنی اوصاف، قراءت اور فقہی اختلافات کے اسباب کی وضاحت میں مدد لی گئی ہے۔ اشعار کی روایت میں اُن سے بعض بے احتیاطیاں بھی ہوئی

ہیں۔ لیکن ان سے اُن کی قدر و منزلت پر بحیثیت مجموعی کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

علم بلاغت:

امام واحدی نے اپنی تفسیر میں علم بلاغت سے بھی بھرپور مدد لی ہے۔ قرآن مجید کی ادبی عظمت، نظم، اعجاز اور ایجاز پر گفتگو کرنے کے لیے اس علم سے صرفِ نظر ممکن نہ تھا۔ امام واحدی کے زمانہ تک علم بلاغت کی باقاعدہ تقسیم عمل میں نہیں آئی تھی۔ علم البیان، علم المعانی اور علم البدیع کے مباحث باہم خلط ملط تھے۔ اس کی وجہ سے ان کی تفسیر میں بھی بعض مقامات پر خلط مبحث ہوا ہے۔ ان کی تفسیر میں بلاغت کے جو اہم مباحث آئے ہیں اُن میں فصل و وصل، التفات، تقدیم و تاخیر، قصر، تعبیر بالماضی عن المضارع، تعبیر بالمضارع عن الماضی، حذف، استفہام، تشبیہ، استعارہ، مجاز، کنایہ، تعریض، مشاکلہ، مقابلہ، تقسیم اور لف ونشر وغیرہ شامل ہیں۔ ان مباحث کے ذریعہ انھوں نے قرآنی تراکیب کی خصوصیات، لطیف معانی اور نظم کلام کی وضاحت کا کام لیا ہے، الفاظ کے حقیقی اور مجازی مدلول کے تعین میں بھی اس سے مدد لی ہے۔ ان کے ذریعہ کبھی کبھی علم بلاغت کی مذکورہ اقسام کے تحلیل و تجزیہ اور توجیہ و تاویل کا کام بھی لیا گیا ہے۔ ان سب سے واحدی کے حسنِ ذوق اور قوتِ ادراک کا پتہ چلتا ہے۔

علم قرارت:

امام واحدی کی تفسیر کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کے حوالہ سے معانی کی وضاحت اور توجیہ و تاویل کی کوشش کی گئی ہے، قراءتوں کی توجیہ و تاویل کا کام خاصہ مشکل ہے۔ روایت و درایت کے تمام اصولوں اور لغت و نحو کے تمام پہلوؤں سے واقفیت صحیح طور پر اس کام کی انجام دہی کی بنیادی شرط ہے۔ خود قرارت کی بحث علوم قرآن کی ایک اہم بحث ہے۔ اس کی متعدد قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ جن میں متواتر اور مستند سے لے کر غریب اور موضوع تک شامل ہیں۔ مفسرین بالعموم قرأت کے ائمہ سبعہ سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور زیادہ تر راجح قراءتوں کو بنیاد بنا کر توضیح و تفسیر کا وظیفہ انجام دیتے ہیں۔ جبکہ امام واحدی نے ان سات ائمہ کے علاوہ بھی دوسرے

قراء سے روایتیں نقل کی ہیں یہاں تک کہ بعض شاذ اور نادر قراءتیں بھی بطور استدلال شامل کرلی ہیں کبھی کبھی وہ ایک ہی مقام پر آٹھ دس روایتوں کو بیان کرتے ہیں۔ اس ضمن میں قراء کے نام کی صراحت بھی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی مصاحف قراءت کا حوالہ بھی آجاتا ہے۔ اس طرح کی روایتوں میں عموماً سند کا التزام کرتے ہیں۔ قراءتوں سے استدلال اور استفادہ میں اس قدر اہتمام اور استقصار کے باعث طبقہ مفسرین میں وہ ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ان کے استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ مختلف قراءتوں کے درمیان اختلاف اور تعارض کی شکل میں توافق اور تطبیق کی کوشش کرتے ہیں اور حتی الامکان تغلیط و تردید سے احتراز کرتے ہیں۔ شاذ اور نادر قراءتوں کے تذکرہ سے اُن کا مقصد بالعموم بیش از بیش افادہ ہوتا ہے۔ ان کے ذریعہ انھوں نے نحوی ضوابط کے اثبات اور توجیہ کا کام بھی لیا ہے۔ قراءتوں کے مابین ترجیحات کے تعین میں ان کے سب سے بڑے ذرائع کتاب و سنت، لغت، نحو اور دیگر قراءتیں ہوتی ہیں۔

احادیث نبوی:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے سب سے بہترین شارح تھے۔ اس لیے تفسیر قرآن کے باب میں حدیث کو جو اساسی اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ دوسرے مفسرین کی طرح امام واحدی نے بھی تفسیر قرآن میں حدیث سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور نتیجۃً ان کی تفسیر میں حدیث نبوی کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے۔

تفاسیر کے علاوہ ان کی دیگر تصنیفات میں بھی حدیث کی قابلِ لحاظ تعداد پائی جاتی ہے۔ ان احادیث سے زیادہ تر اسباب نزول، نص قرآنی کی تشریح، غریب الفاظ کی چھان بین، قراءت، فضائل سور اور فقہی احکام کے استنباط میں مدد لی گئی ہے۔ ان احادیث کی روایت کے سلسلے میں ان کا طریقہ اور منہج "البسیط" اور "الوسیط" میں الگ الگ رہا ہے۔ "البسیط" میں انھوں نے درایت پر زیادہ توجہ دی ہے، اسناد زیادہ تر مرفوع ہیں اور مجموعۂ احادیث کی وضاحت بھی کم ہے جب کہ "الوسیط" میں روایت پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اسناد متصل ہیں۔ اور مجموعۂ احادیث کا بھی تذکرہ ہے۔ اُن کی روایت کردہ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی صحت یا ضعف پر گفتگو کم کی

گئی ہے، گویا انھوں نے جرح وتعدیل سے خود کو بچانا چاہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث کی اسناد وغیرہ پر گہری نظر رکھنے کے باوجود اُن کی تفسیر ضعیف روایتوں سے خالی نہیں ہے۔ خاص طور سے سورتوں کے فضائل کے بیان میں ایسے سلسلۂ اسناد سے بھی روایتیں لے لی گئی ہیں جن سے روایت نہ کرنے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ اس معاملے میں اُن کا معاملہ دیگر مفسرین سے مختلف نہیں رہا۔ البتہ شاید ان کا امتیاز یہ ہو کہ انھوں نے سلسلۂ سند کی صراحت بھی کردی ہے۔ جبکہ زمخشری وغیرہ نے اسکی ضرورت بھی محسوس نہ کی۔ اس کمی کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ امام واحدی روایت حدیث کی بابت اپنی مختلف خوبیوں کی بنیاد پر تمام مفسرین کے درمیان ایک منفرد مقام دیئے جانے کے مستحق ہیں۔

اسرائیلیات:

تفسیر قرآن سے متعلق ایک اہم بحث یہ رہی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر و توضیح کے سلسلہ میں کس حد تک اسرائیلیات پر اعتماد کیا جائے اور کہاں تک ان کو استعمال کیا جائے۔ اسرائیلیات سے مراد وہ روایتیں ہیں جو اسرائیلی ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں بلعد میں یہ اصطلاح اور زیادہ عام ہوگئی اور تمام من گھڑت روایتوں کے لیے استعمال کی جانے لگی خواہ ان کے راوی یہودی ہوں یا کوئی اور۔ اسلام کی آمد سے قبل ہی یہودیوں کے ذریعہ امم ماضیہ کے سلسلہ میں عربوں کے درمیان بہت سی حکایتیں مشہور ہوچکی تھیں۔ چونکہ ان کا تعلق انبیاء وصلحاء سے تھا اس لیے نزول قرآن کے بعد اس میں وارد بہت سے قصص کی وضاحت اور تفصیل کے لیے ان سے رجوع کیا گیا۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں یہ سلسلہ تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا لیکن بعد میں اس باب میں اتنی احتیاط نہ ہوسکی اور نتیجۃً اس نوع کی بہت سی روایتوں نے تفسیری ذخیرہ کے اندر راہ پالی۔ اس طرح کی تمام روایتوں کا معاملہ ظاہر ہے یکساں نہیں ہے۔ ان میں سے بعض قرآن مجید کے بیانات اور تصریحات سے متصادم نہیں تھیں اس لیے ان کی روایت میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ لیکن اسرائیلیات کا ایک بڑا حصہ رطب و یابس پر مشتمل ہے چنانچہ ان کے باب میں غیر معمولی دقت نظر اور احتیاط کی ضرورت ہے لیکن اس سلسلہ میں اکثر خاطر خواہ احتیاط نہ ہوسکی اور بہت سے سرکردہ مفسرین نے بھی وضاحت مزید اور تفصیل کی خاطر ایسی بہت سی روایتوں کو اپنی تفسیروں میں جمع کردیا اور واقعہ یہ ہے کہ بہت کم

مفسرین ان سے محفوظ رہ سکے، حتی کہ ابن عطیہ بھی جن کی تفسیر کو ابن خلدون نے اسرائیلیات سے خالی قرار دیا ہے، اس سے اپنے دامن کو یکسر نہیں بچا سکے۔

مقامِ حیرت ہے کہ امام واحدی جیسے بالغ نظر اور فاضل روزگار مفسر نے بھی اس سلسلہ میں کچھ زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں سمجھی چنانچہ ان کی تفاسیر میں اسرائیلیات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے اس سلسلے میں وہ قرطبی اور طبری کے قریب نظر آتے ہیں یہاں تک کہ ان کی تفسیر میں وہ روایتیں بھی ملتی ہیں جن سے انبیاء کرامؑ اور صلحاء عظام کی سیرتوں کو داغدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ظاہر ہے اس کے ذمہ دار امام واحدی نہیں ہیں انہوں نے تو مفسرین سے اسناد کے ساتھ روایتیں نقل کی ہیں، لیکن اگر وہ اپنی خداداد فکری وعقلی صلاحیتوں کو استعمال کرتے اور روایت کے بجائے درایت کے اصولوں کو سامنے رکھتے تو یہ بے بنیاد باتیں ان کی تفسیروں میں جگہ نہ پاتیں اور اسرائیلیات کے باب میں ان کا طرز عمل بھی امام رازی، آلوسی اور ابن کثیر کی طرح لائق ستائش ہوتا۔

آیات احکام :

امام واحدی فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، فقہ کے مختلف مسالک اور مکاتب پر ان کی گہری نظر تھی، وہ نقد وتبصرہ اور استنباط واجتہاد کی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ مختلف اقوال کے درمیان توجیہ اور ترجیح دینے کی صلاحیت بھی اُن میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ اس طرح ان کی شخصیت میں وہ تمام لوازم موجود تھے جن کی ضرورت آیات احکام کی تفسیر میں پڑ سکتی تھی۔

آیاتِ احکام پر بحث کرنے کا اُن کا انداز یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہیں پھر اُن آیات کا شانِ نزول بتاتے ہوئے ان میں وارد احکام کی کتاب وسنت کی روشنی میں تشریح کرتے ہیں اور آخر میں اس سلسلہ میں شافعی مسلک کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ دوسرے مسالک کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کی تفسیر کو فقہ کے تقابلی مطالعہ کے لیے ایک اچھی کوشش قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ صرف مسالک کے تذکرہ پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ زیر بحث مسئلہ کے سلسلہ میں ان کے دلائل کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس سے بھی آگے ان کو بحث وتجزیہ کی کسوٹی پر پرکھتے بھی ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہوتا ہے جمع وتطبیق اور موازنہ ومقابلہ کا کام

بھی انجام دیتے ہیں۔ اپنے مسلک کی تائید اور حمایت میں مبالغہ آمیز اور جارحانہ انداز کے بجائے نرم اور مدلل طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مضبوط دلائل کی بنیاد ہی پر اپنے مسلک کی حمایت کی ہے۔ مختلف فقہاء کے خیالات میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے میں وہ زیادہ تر قبلیت اور بعدیت پر انحصار کرتے ہیں۔ خود امام شافعیؒ کے سلسلے میں کئی مقامات پر اُن کا طریقہ یہی رہا فقہی اقوال کے نقل کرنے میں ان کی حد درجہ احتیاط کے باوجود بعض جگہوں پر اُن سے چوک بھی ہوئی ہے خاص طور سے اُن اقوال پر نقد و تبصرہ میں بسا اوقات حزم و احتیاط کا دامن چھوٹتا نظر آتا ہے۔ لیکن ان کے معروف معروضی اور مثبت انداز کی روشنی میں اسے محض ان کے قلمی تسامح پر محمول کرنا چاہئے۔ اس سے اُن کی عظمت اور فقہی بصیرت پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔

علم کلام :

تفسیرِ قرآن میں علم کلام کی ضرورت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ خاص طور سے تاریخِ اسلام کی ابتدائی پانچ صدیوں میں جب کہ منطق و فلسفہ کا رواج عام تھا اور مختلف فرقے ان کی مدد سے اپنے عقائد کا اثبات اور دوسرے فرقوں کے افکار و عقائد کا ابطال کرنا چاہتے تھے، علمائے اہل سنت والجماعت نے علم کلام کے ذریعہ دینِ حنیف کے دفاع کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ امام واحدی نے اپنی تفسیر میں اسلاف کی اس روایت کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ اسے چار چاند لگا دیا۔ سلف سے منقول تفسیری روایات اور علم لغت وغیرہ پر کامل دسترس کی وجہ سے انھوں نے ان آیتوں کی صحیح تاویل پیش کی جو باطل فرقوں کی خصوصی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔ ان کے زمانے میں جن فرقوں نے قرآنی آیات کو اپنے گمراہ کن خیالات کے لیے استعمال کیا تھا اُن میں معتزلہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس فرقے کے بعض مفسرین کی تفسیریں کافی مشہور ہوئی ہیں۔ وقت کی یہ ایک بڑی ضرورت تھی کہ صحیح الفکر علماء کی طرف سے ان غلط تاویلات کا شافی اور مسکت جواب آئے۔ امام واحدی نے یہ کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ اس ضمن میں انھوں نے جن مباحث پر توجہ دی ہے اُن میں خاص طور سے رُویت باری تعالیٰ، عصمتِ انبیاء، وحی، ایمان، توحید، عدل، وعد و وعید، امر بالمعروف ونہی عن المنکر قابلِ ذکر ہیں۔ انھوں نے اپنے عام طریقہ کے مطابق ان مباحث میں قرآن وسنت اور نحو و لغت وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔ اُن کا اندازِ

گفتگو مثبت اور تقریری بھی ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس میں مجادلہ اور مباحثہ کا رنگ بھی آجاتا ہے۔اس نوعیت کے بعض مباحث غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں اور وہاں وہ دوسرے سے بہت آگے نظر آتے ہیں۔

دیگر علوم قرآن :

مذکورہ بالا سطور میں تفسیر اور اس کے بہت سے پہلوؤں کے بارے میں امام واحدی کے موقف کی کسی حد تک صراحت آچکی ہے۔لیکن علوم قرآن کے بعض دوسرے پہلوؤں کے بارے میں وضاحت سے کوئی بات نہیں کہی جاسکی اگرچہ امام واحدی کی تحریروں میں ان موضوعات پر بھی بہت کچھ مواد ملتا ہے۔ ان میں اسباب نزول، ناسخ و منسوخ، اعجاز قرآن، اول ما نزل من القرآن اور تصوف خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ان علوم کے بارے میں عام طور سے ان کے خیالات سلف سے ماخوذ و مستفاد ہیں۔اسبابِ نزول پر اُن کا ایک وقیع رسالہ بھی ہے جو اپنے موضوع پر اپنی مثال آپ ہے۔البتہ تصوف کے بارے میں وہ بعض اسلاف سے الگ موقف رکھتے ہیں۔انھوں نے تفسیر صوفی پر سخت تنقید کی ہے اور اس قبیل کی بعض تفاسیر (مثلاً عبدالرحمان سلمی کی تفسیر "حقائق القرآن") کو قرآنی تفسیروں کی فہرست سے خارج قرار دیا ہے جس سے ڈاکٹر جودہ محمد ابو یزید سخت نالاں ہیں۔

تفسیری مقام و مرتبہ:

بحیثیت مفسر امام واحدی کا مقام بے حد بلند ہے۔وہ اپنے معاصرین میں سب سے فائق نظر آتے ہیں بعد کے لوگوں نے بھی اُن کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔امام غزالی سے ایک بار قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی درخواست کی گئی تو انھوں نے کہا کہ واحدی کی تفاسیر کے بعد اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی فقہ کی تین کتابوں کے نام ان کی تفاسیر کے ناموں سے اخذ کیے ہیں۔ان کے ایک معاصر حافظ عبدالغافر فارسی نے انھیں "استاذ عصر" اور "واحد دہر" کا لقب دیا۔ حافظ ذہبی نے انھیں "امام اہل التاویل" قرار دیا ہے بعض تذکرہ نگاروں نے انھیں "ممتل عصرہ فی التفسیر اور "امام عصرہ فی التفسیر" کے القاب سے بھی نوازا ہے۔اپنی جلیل القدر خدمات کی بنیاد پر وہ بعد کے تمام مفسرین کے لیے مرجع بن گئے۔امام فخر الدین رازی اور امام آلوسی اُن سے خاص طور سے متاثر ہوئے۔

اول الذکر کی تفسیر میں امام واحدی کے اقوال کثرت سے منقول ہیں۔ دوسرے مفسرین میں قرطبی، ابوحیان، خطیب شربینی اور جلالین وغیرہ پر اُن کے اثرات بے حد نمایاں ہیں۔ اُن کے بارے میں اُن ہی کے ایک معاصر اہلِ علم نے بہت خوب کہا:۔

قد جمع العالم فی واحد

عالمنا المعروف بالواحدی

مطبوعاتِ ادارہ علوم القرآن

• **قرآنی مقالات:** دائرہ حمیدیہ (مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر) کے ترجمان "الاصلاح" کے منتخب مقالات کا مجموعہ۔ حواشی و حوالوں کے ساتھ جدید انداز میں اصول تفسیر، نظم قرآن، اور دوسرے اہم قرآنی مباحث پر تحقیقاتی مضامین کا نادر مرقع

صفحات ۳۲۰، قیمت عام ایڈیشن ۶۰/-، لائبریری ایڈیشن ۸۵/-

• **حقیقتِ نماز:** مولانا امین احسن اصلاحی

نماز کے موضوع پر مولانا امین احسن اصلاحی کی مختصر لیکن نہایت قیمتی اور اہم کتاب۔

صفحات: ۶۰ قیمت: ۵ روپے

• **کتابیاتِ فراہی:** مرتبہ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

- مفسر قرآن مولانا حمید الدین فراہی کی مطبوعات (کتب و مضامین) کے بارے میں ببلوگرافی کے جدید اصول کے مطابق مفید معلومات۔
- مولانا فراہی کی شخصیت، افکار و علمی خدمات پر مطبوعہ مواد کے مکمل حوالے۔
- ان کی نگارشات پر اہل علم کے تبصروں و تقاریظ کی نشاندہی

تینوں کتابیں معیاری کتابت اور آفسیٹ کی عمدہ طباعت سے مزین

اداروں، کتب خانوں و تاجرین کتب کے لیے خصوصی رعایت

ملنے کے پتے: ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

مرکزی مکتبہ اسلامی، ۱۳۵۳، چتلی قبر، دہلی ۱۱۰۰۰۶